

## پیش لفظ

یہ حقیقت ہے کہ افسانہ کئی منازل طے کرتے ہوئے آج جس صورت اور ہیئت میں موجود ہے وہ افسانہ کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ دورِ حاضر میں جس قدر ترقی ہو رہی ہے اس قدر ہی مسائل بھی بڑتے جا رہے ہیں۔ ۱۹۳۶ء سے لے کر لکھنے والے افسانہ نگاروں نے شہری تمدن کے مختلف پہلوؤں کی طرف زیادہ توجہ مبذول کی۔ ۱۹۴۷ء تک بات کریں تو اس دور میں شہر آج کی نسبت کم وسیع تھے اور دیہی روایتی اقدار نے پوری طرح دم نہیں توڑا تھا۔ اس لیے تمدن کے مختلف مظاہر اور مسائل، آج کے جدید تر شہروں کے مظاہر و مسائل کی نسبت کم شدید اور کم نمایاں تھے۔ زیرِ غور مقالہ میں بھی شہری زندگی اور اس میں جنم لینے والے مختلف مسائل کا اسد محمد خان کے افسانوں کے تناظر میں جائزہ لیا گیا ہے۔ اسد محمد خان اچھوتے اور انوکھے اسلوب کی وجہ سے جدید افسانہ نگاروں میں ممتاز نظر آتے ہیں۔ ان کے افسانوں کی فضابیک وقت پر تجسس تخلیاتی اور حقیقت نگاری پر مبنی ہوتی ہے۔ ہر کہانی میں کچھ الگ ایسا ضرور ہوتا ہے جو قاری کو چونکنے پر مجبور کر دیتا ہے، کیونکہ ان کے مشاہدے کی حس بہت تیز ہے۔ اسد محمد خان کہانی لکھنے کے بعد جتنی مرتبہ پڑھتے ہیں قاری کو بھی کہانی سمجھنے کے لیے اتنی ہی بار پڑھنا پڑتا ہے۔ ان کے افسانوں میں شہری زندگی کے مسائل کو جس قدر بیان کیا گیا ہے اُس سے لگتا ہے کہ افسانہ نگار کے ساتھ ساتھ مصور بھی کمال کے ہیں۔

یہ مقالہ (اسد محمد خان کے افسانوں میں شہری زندگی) چار ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا باب ”اسد محمد خان کافن، سوانح اور شخصیت“، پر مشتمل ہے۔ دوسرا باب ”اردو افسانہ اور شہری زندگی“ ہے جس میں شہری زندگی کے بڑتے ہوئے مسائل اور اردو افسانے کی ترقی کے حوالے سے تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ تیسرا باب ”اسد محمد خان کے افسانوں میں شہری زندگی“ ہے جس میں شہری زندگی کو اسد محمد خان کے افسانوں سے جوڑا گیا ہے اور ان مسائل کو اسد محمد خان کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ چوتھا باب ”محاکمه“ ہے جس میں اسد محمد خان کے افسانوں اور شہری زندگی کا مختصر جائزہ لیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان تمام سوالوں کے جوابات دینے کی بھی کوشش کی گئی

ہے جو اس پورے مقالے میں پیدا ہوئے ہیں۔ اس مقالے کو مکمل کر کے مجھے اتنی ہی خوشی ہو رہی ہے جتنی ایک ماں کو بچہ جنم دینے کے بعد ہوتی ہے۔ اسد محمد خان پر کام کرنا میری ذاتی خواہش تھی جس کے پیش نظر انپنی نگران (ڈاکٹر صائمہ ارم) کی مشاورت سے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ شروع شروع میں اس موضوع پر کام کرنے کے لیے بہت مایوس ہونا پڑا جس کی وجہ میری نگران کے انگلینڈ جانے کی خبریں تھیں جو کہ بعد میں صحیح ثابت ہوئیں مگر میرے لیے خوشی کی بات یہ ہے کہ انھوں نے ملک سے باہر رہتے ہوئے اور اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود حد سے زیادہ وقت دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شفیق اور مخلص اُستاد ہر ایک کو دے۔ میں شعبۂ اُردو کے تمام اساتذہ کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے دو سال قدم قدم پر ساتھ دیا، بالخصوص ڈاکٹر خالد محمد سنجراںی (صدر شعبۂ)، ڈاکٹر قبسم کاشمیری، ڈاکٹر سعادت سعید، ڈاکٹر محمد سعید، ڈاکٹر نسیمہ رحمن، ڈاکٹر سفیر حیدر، ڈاکٹر الماس خانم اور ڈاکٹر شائستہ حمید خاں۔ میں بے حد شکر گزار ہوں کمرہ نمبر ۳۰۵ میں مقیم بھائی شمس الحق بلوچ کا جس نے اس مقالہ کی تکمیل کے لیے جگہ جگہ ہمت اور ساتھ دیا۔ شمس جیسے مخلص دوست پر مجھے ہمیشہ ناز رہے گا۔ کمرہ نمبر ۷۳۰ میں کسی صورت نہیں بھول سکتا جس میں بی ایس اور ایم۔ فل کے مقالے مکمل کیے۔ اس کمرہ میں محمد ارسلان اور رائے آصف جیسے دوستوں کا خوبصورت ساتھ نصیب ہوا۔ میں ان تمام دوستوں کا بے حد شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مقالہ کے لیے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔